پاکستان میں معاشی بحران کے اسباب اور ان کا تدارک: سیرت طیبہ کی روشنی میں

Causes of Economic Crisis in Pakistan and Their Remedies: In The Light of Sirat Tayyaba

Ashiq Hussain
Ph.D. Schololar, NCBA&E Sub Campus Multan
Email: cdlodhran@gmail.com
Syed Muhammad Najam Ul Qosain
Ph.D. Scholar, NCBA&E Sub Campus Multan
Hafiz Hafeez Ullah
Ph.D. Scholar, NCBA&E Sub Campus Multan

Abstract
Among the natural requirements of man by Allah Almighty is also a basic society without which it is difficult for any human being to live. The solution to all the problems of life in the Prophet's Surat Tayyaba is in his seal of economy. To solve the economic situation of Pakistan in the light of Sirat-ul-Nabi, in this research paper, by examining these causes, the solution to the problems faced by the Pakistani economy will be found in the light of Sirat-ul-Nabi,So that the problems of poor and perfect economy can be solved.Economy is the main disease for any country and there is no doubt that economic problem can be solved if we sincerely work on the economic teaching of Prophet (peace be upon him) individually and collectively.Pakistan has been put in an artificial environment and artificial culture under a well-thought-out conspiracy and the wrong policies of the ruling elite and the growing trend of bribery and wrong setting of priorities and not adopting good plans for public welfare. Absence of extravagance and proper method of distribution of Zakat, moderation and moderation. usury The whole system of Pakistan is hindered in the way of economic development due to mutual conflict of Muslims, this research paper will mention their causes and emphasize on finding an Islamic solution to it in the light of Siratul Nabi.
Keywords: Economy, zakat, nation, Siratul Nabi, Pakistan

مقدمہ

اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کی فطرت میں جو تقاضے رکھے گئے ان میں سے ایک بنیادی تقاضا معاش اور سکونت ہے جس کے بغیر عام حالات میں بھی کسی انسان کے لیے زندگی گزارنا بہت مشکل ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کائنات ارضی میں پیدا ہونے والے قیامت تک کے انسانوں کے رزق کا وافر انتظام فرمایا ہے اور جتنی انسانوں کی تعداد تھی اس کے مطابق بنیادی ضروریات پیدا فرمائی ہیں البتہ ان معاش کے وسائل کو حاصل کرنے کے لیے محنت کو انسان کی صوابدید پر اور اس کی کاوش پر چھوڑ دیا گیا۔ دنیا میں اگر اس وقت کسی بھی جگہ معاشی ظلم یا عدم مساوات نظر آتی ہے تو وہ وسائل کی کمی کی وجہ سے نہیں بلکہ ان وسائل کے غلط استعمال اور غیر منصفانہ تقسیم کی وجہ سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کو

علم ازلی کے تحت یہ معلوم تھا کہ انسان اپنی نفسانی خواہشات اور فطری حرص کی جبلت کے پیش نظر ان وسائل کی تقسیم میں حد سے بڑھے گا، اس لیے اس رب کریم نے تقسیم رزق کے تسلی بخش اور قابل عزت حل کے لیے ہدایات اور رہنمائی بذریعہ وحی فرمائی اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے خاص بندوں یعنی انبیاء کرام علیہما السلام کو بھی عملی نمونہ بنا کر انسانوں کی طرف مبعوث فرمایا اور اس سنہری سلسلے کی آخری کڑی خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ نے کتاب اللہ کی تعلیمات اور اپنے طرز عمل سے انسان کے اس اہم مسئلے کا اس طرح کامیاب حل فرمایا جس کی مثال کائنات کے کسی اور ملک یا دنیا کے کسی قانون اور کسی نظام معیشت میں نہیں ملتی۔

اس وقت دنیا بھر میں بالخصوص پاکستان میں غربت اور معیشت کا مسئلہ ایک خطرناک صورتحال اختیار کر چکا ہے جس کو اقتصادی بحران سے تعبیر کیا جا سکتا ہے اس سلسلے میں آئے دن قومی اور بین الاقوامی سطح کے ماہرین معاشیات وقتاً فوقتاً سر جوڑ کر بیٹھتے ہیں اور مسئلے کے حل کے لیے مختلف قسم کے تجربات سے اس ملک کو گزارا جا رہا ہے اور اور ملک کی معیشت سسکیاں لے رہی ہے (حالانکہ معیشت کسی بھی ملک کے لیے رگ جاں کی حیثیت رکھتی ہے) مگر ہمارے ارباب اقتدار ہمیشہ ذمہ داریاں ایک دوسرے پر ڈال دینے کے طرز عمل کو اپنائے ہوئے ہیں، ہر حکومت کے حکمران بعض ممالک سے قرض لے کر یا بعض اوقات پرانے قرضوں کے اعداد و شمار کو ردوبدل کر کے وقتی طور پر سر پہ آئی مصیبت کو ٹال دیتے ہیں اور اس طرح کے عارضی حل تلاش کر کے اپنا وقت گزارتے ہیں لیکن اس کا مستقل حل کوئی تلاش کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔

یہ بات محض محبت و عقیدت کی بنیاد پر نہیں بلکہ باوثوق، مکمل اعتماد اور یقین کامل کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ پاکستان کے معاشی مسئلے کا تسلی بخش حل صرف اور صرف نبی کریم ﷺ کے اسوہ حسنہ کی پیروی اور مصطفوی نظام کے ذریعے ممکن ہے یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ معاشی میدان میں ہم اگر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات کو انفرادی اور اجتماعی سطح پر سچے دل سے اپنا لیں تو پاکستانی معیشت جو آج ہمارا سب سے بڑا اور پریشان کن مسئلہ بنا ہوا ہے یہ حل ہو سکتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ صرف معاشی انقلاب ہی نہیں بلکہ اسلام کا ایک تصدیق شدہ ہمہ گیر معاشی نظام ہے۔ نبی کریم علیہ السلام کی زندگی معیشت کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہے، معیشت اور معاشرت کا آپس میں گہرا تعلق ہے اور معیشت و ریاست کا تعلق بھی ہے اس لیے اس مضمون میں ابتداء معیشت کے معانی کی تفہیم پھر پاکستان میں معاشی بحران کے اسباب کا ذکر کیا جائے گا جو مختلف جہات سے تعلق رکھتے ہیں، تجارت، زراعت، صنعت و حرفت و دیگر معاشی پیشوں سے متعلقہ وجوہات و محرکات کا جائزہ لیا جائے گا اور پھر اس کا اسلامی حل پیش کیا جائے گا۔

معیشت کے معانی کی تفہیم:

معیشت معاشیات سے ہے اور معاشیات عربی زبان کے لفظ عیش سے مشتق ہے جس کے معنی زندہ رہنے کے ہیں، عرف عام میں حصول دولت کے ذرائع اور صرف دولت کے رائج طریقوں کو معاشیات کہا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا[1] کہ ہم نے دن کو معاش کے لئے بنایا،

ڈاکٹر طاہر القادری نے معاشیات کی تعریف یوں کی ہے:

"Economics is a study of Wealth." "معاشیات دولت کے مطالعہ کو کہا جاتا ہے۔[2]

Alfrad Marshall معاشیات کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

Economics is a science which studies human behavior as a relationship between ends and scarce means with alternative uses.[3]

امام غزالی فرماتے ہیں کہ دنیا میں بغیر کھائے پئے بغیر جینا ناممکن ہے، تو جینے کے لئے کمانا لازمی ٹھہرا، پھر کمانے کے صحیح طریقوں کا جاننا بھی ضروری ہوا، اسی کا نام معیشت ہے[4]۔ علامہ ابن خلدون فرماتے ہیں کہ رزق کی تلاش، اور اسکے حصول کی سعی و کوشش کا نام معاش ہے،[5] شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ افراد معاشرہ کے اشیاء کے باہمی تبادلہ، معاشی تعاون، ذرائع آمدن و معاشی تعاون کی حکمت کا نام معاش ہے۔[6]

اکنامکس، اقتصادیات بھی معاشیات کے ہم معنی ہیں، معاش، عیش سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں وہ حیات جو جانداروں کے ساتھ مخصوص ہو، کیونکہ مطلقاحیات کا لفظ حیوان کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے، اسی سے معیشت بنا ہے۔[7]

معاشی بحران کے اسباب اور حل:

سب سے پہلے اس بات کو سمجھنا ہو گا کہ یہ مرض لاحق کیسے ہوا؟ اگر کوئی وجوہات کو جانے بغیر مرض کا علاج کرنا چاہے گا تو وہ کوئی معنی نہیں رکھتا۔ ہم جانتے ہیں کہ آج کی دنیا کمائی کے اتنے طریقے ایجاد کر چکی ہے کہ ماضی کے لوگ ان سے واقف نہیں تھے۔ اگر صرف انٹرنیٹ کی دنیا کو ہی دیکھ لیں تو اس دنیا میں وہ لوگ بھی ہیں جو لاکھوں کروڑوں نہیں اربوں روپے کما رہے ہیں، یعنی آج کی دنیا میں پیسہ کمانے کے ہزاروں نہیں لاکھوں طریقے آچکے ہیں اور لوگوں کے پاس اربوں روپے موجود ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ لوگ معاشی بحران کا شکار ہیں؟ پوری دنیا میں اس کی بنیادی ایک وجہ ہے جب تک اس کو نہیں سمجھیں گے ہم اس کا حل نہیں کر پائیں گے۔

معاشی خرابی کا بنیادی سبب:

آج سے کئی سال قبل دوسری جنگ عظیم کے بعد ایک ایسا سوچا سمجھا منصوبہ بنایا گیا جب دنیا تباہ ہو چکی تھی معاشی، اقتصادی اور سیاسی طور پر بھی، تو تھنکنگ سینٹر آف ورلڈ (Thinking center of world) نے اس مقصد کو دوبارہ (recover) کرنے کے لیے اور دنیا پر اپنا کنٹرول قائم رکھنے کے لیے آئندہ کسی جنگ کی بجائے اور حل نکالنے کا فیصلہ کیا۔ جس سے دنیا بھر پر ہمارا قبضہ بھی رہے دنیا کے وسائل (sources) بھی ہمارے ہاتھ رہیں اور حکمران بھی رہیں لیکن ہمیں جنگ بھی نہ کرنی پڑے، کیونکہ پہلی اور دوسری جنگ عظیم میں بھی دنیا دو مرتبہ بری طرح تباہ ہوئی لیکن نتائج وہ حاصل نہیں ہوئے جس کے لیے جنگ برپا کی گئی۔ کیونکہ جنگ میں دو طرفہ نقصان ہوتے ہیں تو ایسا طریقہ ایجاد کیا جائے کہ جس سے جنگ کی بجائے امن سے وہی مقاصد حاصل کیے جائیں جو جنگ کے ذریعے حاصل کیے جاتے ہیں۔

آرٹیفیشل کلچر (Artificial culture):

اس مقصد کے لیے ایک اسکیم / پالیسی بڑے پیمانے پر پوری دنیا میں پھیلائی گئی وہ تھی ایک "آرٹیفیشل کلچر"، جس کے لیے اس وقت کے پرنٹ میڈیا کو بھرپور استعمال کیا گیا، پرنٹ میڈیا میں اخبارات، رسائل، کتابیں، ڈائجسٹ تھے جیسے آج انٹرنیٹ ہر فنگر ٹپس کے نیچے فیس بک، یوٹیوب وغیرہ یہ ساری چیزیں ہیں اس وقت ہر ہاتھ میں ڈائجسٹ ہوتا تھا میگزین، اخبار، رسائل ہوتے تھے اور ان میں شائع ہونے والی مصنوعی سٹوریاں، سپنس کہانیاں، مصنوعی خیالی پلاؤ بھرپور طریقے سے مائنڈ برین واشنگ کا کام کر رہی تھیں، پھر دیکھتے دیکھتے فیشن میگزین کے ذریعے سے ایک مصنوئی ماحول (Artificial atmosphere) بنایا گیا اور (artificial living, modem living) کے نام سے پیش کیے گئے جدید طرز حیات نئی نسل کے اذہان پر مسلط کئے گئے اور ذہنی آبیاری (Brain washig) کے ذریعے رول ماڈل پیش کیے گئے اور انہیں عزت اور کلچر کا نام دیا گیا اس طرح جدید غلامی کے ماحول کے ذریعے لوگوں پر اپنی مرضی کا کلچر نافذ کیا گیا جس سے ان کے کچن کا انداز بدلا، فیشن میں تبدیلی آئی، اور انفراسٹرکشن / گھروں کے ڈیزائن بدلے اور اس میں مصنوعی خوبصورتی کے لیے آرٹیفیشل سرخی پاؤڈر کا استعمال زیادہ ہوا اور اس پہ لاکھوں روپے فضول لگائے گئے، اس سے پہلے سادہ تعمیر ہوتی تھی اور اس کے بعد ماربل، پھر ٹائلیں، لکڑی کے کام، انٹیریئر ڈیکوریشن استعمال کی گئی، اس طرح لاکھوں روپیہ لوگوں سے نکلوایا گیا پھر مصنوعی خوراک کا کلچر لایا گیا، کچن میں تبدیلی (Changing) لائی گئی، سادہ غذاؤں کی جگہ برگر، پیزا، فاسٹ فوڈ نے لے لی، سادہ خوراک سے نکل کر

مصنوعی ذائقوں میں ڈال دیا گیا اور ان میں ایسے اشترائز (Astariz) استعمال کیے گئے کہ بار بار وہ کھانے کو جی چاہے تو اس طرح سے ایک سوچی سمجھی سکیم کے تحت پوری دنیا کو ایک خاص قسم کے ذائقوں میں، خاص قسم کے کپڑوں میں اور خاص قسم کے رہائشوں میں کشش و جاذبیت (Attraction) ڈال کر خوب استعمال کیا گیا اور خوب لوٹا گیا اگر اس کے پس منظر میں غور کریں تو یہ ساری چیزیں مہیا کرنے والی ملٹی نیشنل انڈسٹری (Multinational industry) ہے وہ ان کے خام مال (Raw material) کے فراہم کنندہ ہیں، محلے کی چھوٹی سی بیکری کا خام مال (Raw material) بھی ملٹی نیشنل فیکٹری میں بنا ہوا ہے، کریانہ کی دکان کی معمولی ٹافی کا مصنوئی ذائقہ کے مصنوعاتی اجزاء (Manufacturing Elements) بھی ملٹی نیشنل فیکٹری سے بنے ہوئے ہیں۔ اور اب تو کھیتوں میں بھی مینوفیکچرنگ لانچ کیے گئے ہیں جنہیں ہائبرڈ (Hybrid) کہتے ہیں اور وہ زیادہ فصل دینے کی لالچ میں خاص فیکٹریوں کے محتاج ہو چکے ہیں اگر وہ بیج نہ ملے تو زمینیں بنجر ہو جائیں اور ہم جو پھل کھا رہے ہیں، سبزیاں، دالیں، گندم، مکئی استعمال کر رہے ہیں یہ ساری آرٹیفیشل کیمیکل گرونگ (Artificialchemical growing) ہے اور نتیجے میں ان ساری چیزوں کے مضر اثرات (Side effects) ہیں اسی سے پھر میڈیسن انڈسٹری کو دنیا میں کھڑا کیا گیا اور ایک بہت بڑا مافیا تیار کیا گیا جس کے ذریعے سے لاکھوں اربوں ڈالرز کی سالانہ دوائیاں فروخت کی جاتی ہیں۔ بڑے بڑے ہسپتال چلائے جاتے ہیں، تو یہ پورا مافیا کا ایک نظام ہے جس پر طویل کلام کیا جا سکتا ہے لیکن اس کا مختصر نام ماڈرن ایج سلیوری (Modern Age Slavery) جدید دور کی غلامی ہے اور جب تک اس بجیکٹ کو نہیں سمجھیں گے اسکا حل نہیں نکالا جا سکتا، دیکھیں جب کسی مریض کو شوگر کی تشخیص ہوتی ہے تو ڈاکٹر سب سے پہلے اسے میٹھا کھانے سے روکتا ہے اور میٹھا کیا ہے؟ آرٹیفیشل شوگر (Artificial sugar) ہے جو چینی کے نام سے ڈاکٹر کہتا ہے زہر ہے، ہم جو گھی اور کوکنگ آئل استعمال کر رہے ہیں ڈاکٹر کی زبان میں وہ زہر ہے، دودھ کے نام پر ہم جو چیز پی رہے ہیں کیمیکل اور زہر پی رہے ہیں، اس کے جو سائیڈ افیکٹ ہیں وہ پھر سے بیمار کر دیتے ہیں۔ آرٹیفیشل لائف گزار کر اپنی محنت کا کمایا ہوا، پسینے کا پیسہ غذا اور دوا میں برباد کر خوش ہوتے ہیں۔ ایک چھوٹی سی مثال سمجھئے، آپ کے سامنے ایک فانٹا کولڈ ڈرنک اور ایک گلاس پانی بھر ار کھا ہو تو آپ کون سا پینا پسند کریں گے؟ یقیناً آپ کولڈ ڈرنک کی طرف ہاتھ بڑھائیں گے، سوال یہ ہے کہ جب پانی پیاس بجھاتا ہے لیکن آپ کولڈ ڈرنک کیوں پینا چاہتے ہیں؟ جب کہ وہ پیاس کو بڑھاتی ہے، وہ کیمیکل ایسڈ ہے، لیکن ہمیں نشہ لگا ہوا ہے، معاف کیجیے گا، ہم ماننے کو بھی تیار نہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ پوری دنیا نشئی ہو چکی ہے، شوارما کھاتا تو پسند کرتی ہے لیکن گھر کی سادہ کھانا، سادہ پانی پینا پسند نہیں کرتی، لہٰذا

سادہ کھائیں ، سادہ پہنیں ، اور باقی معاملات میں سادگی اپنا کر ڈوبتی معیشت کو بحال کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ سادگی پیارے نبی کریم ﷺ کا شعار ہے۔ اور یقیناً سیرت النبی ﷺ کی پیروی کامیابی کی ضمانت ہے۔

غیر ضروری کابینہ کے ارکان، ججز اور اداروں کا قیام:

پاکستان کی معیشت کا ایک اہم مسئلہ یہ ہے کہ ہم ماضی کے اگر قومی بجٹ کا جائزہ لیں تو ہر بجٹ میں ہمارے اخراجات کا تخمینہ آمدن سے زیادہ ہوتا ہے اس کو کم کرنا چاہیے، آخر یہ رقم کہاں سے آئے گی؟ اور بالآخر قرض لینے کے سوا اس کا کوئی چارہ نہیں ہوتا، اس کی کوئی حکمت عملی جو طویل المدتی ہو آج تک سامنے نہیں آئی، سب سے بڑا ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہمارے وزراء اور مشیران یعنی حکومت کے عہدے داران کا حجم بہت زیادہ ہے جس کی پاکستانی معیشت متحمل نہیں ہے ، ہر نئی آنے والی حکومت نئے ادارے قائم کر کے عالی شان عمارتیں، لگژری(Luxury) گاڑیاں اور بھاری تنخواہوں پر مشتمل عملے کا تقرر کرتی ہے اور بالآخر یہ ادارے اثاثہ بننے کی بجائے قوم کے لیے ایک ناقابل برداشت بوجھ بن جاتے ہیں، پھر ان کے قومی بجٹ میں حصے ہوتے ہیں، اس قسم کے کئی ادارے آج بھی ہمارے وطن عزیز میں موجود ہیں جن کے قیام سے پاکستان کو نفع کی بجائے نقصان ہوا ہے اور قومی خزانے سے کتنی رقم ان پر صرف ہو جاتی ہے تو بجائے نئے ادارے بنانے کے ان وزارتوں میں الگ ایک شعبہ یا ڈیسک بنا دیے جائیں جو اداروں کے دائرہ کار اور ان کی حدود کو متعین کریں اور ان کا احتساب کریں، مگر حکومتیں کسی کارنامہ کا کریڈٹ لینے کے لیے نئے ادارے قائم کر دیتی ہیں، جو معیشت پر بوجھ بنتا ہے، نیز اداروں کی باہمی کشمکش بھی بند ہونی چاہیے، وزارتوں اور ڈویژنوں کی تعداد محدود ہونی چاہیے، پارلیمنٹ کے معاونین خصوصی کے نام کے تمام عہدے ختم کر دیے جائیں، ہماری ملکی کابینہ امریکی کابینہ سے بھی بڑی ہے حالانکہ امریکہ، مادی اور حربی طاقت کا استعمال، عالمی پالیسیوں پر کنٹرول اور عالمی اداروں پر بالواسطہ پوری دنیا پر حکومت کر رہا ہے، 34 کروڑ کی آبادی کے امریکہ میں سپریم کورٹ کے صرف نو جج ہیں اور ایک ارب 42 کروڑ کی آبادی والے ملک بھارت کے ججز کی تعداد 34 ہے لیکن 23 کروڑ کی آبادی والے پاکستان میں یہ تعداد 17 ہے اور ان کی مراعات، شان و شوکت، ان کی بھاری تنخواہیں، کئی کئی گاڑیاں، مفت بجلی و پٹرول اور درجنوں خدام کی فراہمی، کئی کئی پلاٹس جیسی مراعات بھرتی سپریم کورٹ کے ججوں کے مقابلے میں بہت زیادہ ہیں، اس کے باوجود بھی پاکستان کی سپریم کورٹ میں عوام کے 55 ہزار مقدمات زیر التوا ہیں۔[8] جو لمحہ فکریہ ہے اور معیشت پر بوجھ ہے، لہٰذا عدالتوں کو سیاست میں ملوث ہونے کی بجائے اپنے منصب کی حرمت اور تقدس کا خیال رکھنا چاہیے اور انصاف روح عدل کے منافی نہیں ہونا چاہیے، اسوہ رسول ﷺ کی روشنی میں مناسب سہولیات کے ساتھ اہل لوگوں کو منصب پر فائز کرنا معاشی ترقی کا ذریعہ ہے۔

ہسپتالوں کی استعداد کار:

ہسپتالوں کی استعداد کار کو بڑھانے کی بجائے ہمارے ہاں صحت کارڈ کا اجراء شروع کر دیا گیا، جو صرف مستحق لوگوں تک محدود ہونا چاہیے تھا، مگر کروڑ پتی آدمی بھی گونمنٹ کے اخراجات پر علاج کروا رہے ہیں، جو قومی خزانہ پر بوجھ ہے، کسی کے بقول اس سے کئی پرائیویٹ ہسپتال والے ارب پتی بن گئے لہذا ہمارے ارباب اقتدار اور ارباب اپوزیشن کو اس پر غور و فکر کرنا چاہیے،

بیرونی سرمایہ کاری کے لیے ساز گار ماحول:

معاشی بحالی کے لیے دوست ممالک کو پاکستان میں سرمایہ کاری کی ترغیب دیجائے اور اس کے لیے حکومت کی اور سیاسی اداروں کا استحکام نہایت ضروری ہے کیونکہ بیرونی سرمایہ کاروں کو اس بات کی ضمانت چاہیے ہوتی ہے کہ ان کی رقم محفوظ رہے گی اور بوقت ضرورت انہیں واپس مل سکے گی وہ اصل سرمایہ منافع سمیت واپس لے جا سکیں گے، ایسا نہ ہو کہ حکومت بدلنے سے پوری پالیسی ہی بدل جائے اسی وجہ سے ہماری معیشت ہچکولے کھا رہی ہے، کہ سرمایہ کار کا اعتماد حاصل نہیں کر پا رہے، سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں ریاست کے سربراہ کی حیثیت سے کیے گئے معاہدوں کو ہر نئی آنے والی حکومت کو پاسداری کرنی چاہیے، بیرونی سرمایہ کاری سے پاکستانی معیشت ترقی کی منازل طے کر سکتی ہے، روزگار کے مواقع کے ساتھ ساتھ مقامی مزدوروں، ٹیکنیکل عملہ، انجینئروں کو ان سکیموں میں روزگار ملتا ہے، ماضی قریب میں سی پیک کے تحت برادر ملک چین نے جو سرمایہ کاری کی، اس میں ایک بڑی تعداد میں عملہ اپنے ملک سے لائے تھے ان جن کو اصل تنخواہیں اپنے ملک اور اپنی کرنسی میں ان کو ملتی رہی، یہاں گزر اوقات کے لئے الاؤنسز لیتے رہے، نتیجہ یہ نکلا کہ اتنی بڑی سرمایہ کاری کا پاکستانی معیشت کو خاطر خواہ فائدہ نہ ہوا۔ آئندہ کی پالیسیوں میں سیرت النبی سے رہنمائی لیتے ہوئے اس ضمن میں بہتری لا کر معیشت میں بحالی لائی جا سکتی ہے۔

رشوت خوری کا بڑھتا ہوا رجحان، اسباب اور حل:

پاکستانی معیشت کے زوال کی ایک اہم وجہ رشوت خوری ہے رشوت دنیا میں عمومی عذاب کا سبب ہے۔ رشوت کی وجہ سے معاشرے کا مزاج بگڑ جاتا ہے، اب رشوت اس قدر ہمارے معاشرے کے رگ و پے میں سرایت کر چکی ہے کہ اگر کوئی شخص ایمان داری کے ساتھ اپنا جائز کام بھی کروانا چاہے تو اس کے لیے مشکلات کھڑی کر دی جاتی ہیں اور رکاوٹیں ڈالی جاتی ہیں، عمومی طور پر **رشوت تین میدانوں میں** زیادہ لی اور دی جاتی ہے، 1۔ کوئی آدمی اپنے ذاتی احتساب اور مجبوری کی بنا پر ادا کرتا ہے دوسرا وہ جو حکام وقت کی خوشنودی، رضامندی حاصل کرنے کے لیے خود ناجائز فائدہ اٹھاتا ہے یا اپنے حکام بالا تک پہنچاتا ہے، مراعات کی صورت میں مفادات کے حصول کے لیے، اس کا نام

بسا اوقات ہدیہ، گفٹ، تحفہ، بالائی آمدنی بھی رکھا جاتا ہے، تیسری اہم وجہ اقتدار اور اختیار حاصل کرنے کے لیے رشوت لی اور دی جاتی ہے۔[9]

فی زمانہ رشوت بجائے ختم ہونے کے اور زیادہ بڑھتی جارہی ہے اس کا ایک سبب اس ماحول میں رشوت دینے والوں کی کمی نہیں ہے اور لینے والوں کی بھی لائن لگی ہوئی ہے تو یہ ایک قسم کی ترغیب ہے لوگوں کا یقین بن گیا ہے کہ پیسہ ہو تو سارے کام ہو جاتے ہیں، الیکشن کے موقع پر پارٹی کے ٹکٹ سے لے کر کسی یونیورسٹی سے ڈگری حاصل کرنے تک کے سارے کام پیسوں سے حل ہو جاتے ہیں تو پھر کیوں نہ رشوت لی، اور دی جائے، یہ سوچ ہمارے معاشرے میں رشوت کو پروان چڑھارہی ہے اور دوسرا جو اہم سبب ہے وہ روحانیت سے دور ہونا ہے، تیسرا بڑا سبب معیار زندگی کو بہتر بنانے کا غلط تصور ہے مغربی تہذیب اور مغربی علوم پڑھنے کے نتیجے میں لوگوں کے دل و دماغ سے روحانیت کا تصور ختم ہو گیا ہے اور مادیت غالب آگئی ہے اب ہر بندہ پر تعیش زندگی گزارنے کے لیے دن رات ایک کر دیتا ہے، چاہے کسی پر ظلم کرنا پڑے، کسی کی عزت لوٹنی پڑے، کسی کا ناحق خون کرنا پڑے یا ملکی قانون توڑنا پڑے، ہر حلال حرام کام کرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے اسی لیے حدیث مبارکہ میں اس بیماری میں مبتلا ہونے کی وجہ سے لعنت کی گئی ہے تاکہ کوئی مسلمان رشوت لینے کو جائز نہ سمجھے لیکن روز بروز اس میں اضافہ ہی ہو رہا ہے اور ناصحین صرف نصیحت پر اتفاق کر لیتے ہیں جبکہ یہ بیماری آپریشن کا تقاضا کرتی ہے۔

کرپشن کی اصل وجہ یہ ہے کہ رشوت خور کا پیٹ اتنا بڑھ جاتا ہے کہ پیسہ ہی اس کا قبلہ اور خدا بن جاتا ہے اور وہ اپنی معیار زندگی رشوت کے راہوں کو دیکھ کر متعین کرتا ہے۔ یہی انسان کی ہلاکت کا وقت ہے جس کا نقشہ قرآن کریم یوں بتاتا ہے،

أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ (1) حَتَّى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ [10] ترجمہ: مال کی کثرت نے تمھیں غفلت میں ڈال دیا یہاں تک کہ تم نے قبریں جادیکھیں۔ تو یہاں پر مال کی کثرت سے مراد معیار زندگی (Life Standard) کو بلند کرنے کی فکر ہے اور یہی رشوت لینے کا ایک بڑا سبب ہے۔

مسلمان کی زندگی کے تین مراحل: شریعت اسلامی نے ایک مسلمان کی زندگی کے تین مراحل بیان کئے ہیں۔

اول ضروریات، دوم تحسینیات، سوم تعیشات، اول الذکر دو درجات کی اجازت دی اور تعیشات (Luxury Life) سے منع فرمایا۔ جس کے لئے حرام، ظلم، دھوکہ اور رشوت جیسے قبیح امور کا ارتکاب کرنا پڑتا ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قال ایاکوالتنعم فان عباد اللہ لیسوابالمتنعمین[11] حضرت معاذ بن جبل کو نبی کریم ﷺ نے یمن کا گورنر بنا کر روانہ کیا، اس وقت یہ نصیحت کی کہ عیش و عشرت کی زندگی سے بچتے رہو کیونکہ اللہ

تعالیٰ کے بندے عیش پرست نہیں ہوتے۔ یہی وجہ ہے کہ شریعت اسلامی نے ہر اس چیز سے جو انسان کو اللہ تعالیٰ سے غافل کر دے منع کیا ہے، رشوت بھی عیش پرستی کے نظریے سے ہی وصول کی جاتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک بہترین مثال کے ذریعے امت کو سمجھایا کہ

ما دلبان جالعان ارميلاعيم اليد من حرص المرء على المال والشرف الدينه.[12]

دو بھوکے بھیڑے کسی ریوڑ کے لئے اتنے خطرناک نہیں ہیں جتنا خطرناک کسی آدمی کے دین کے لئے مال اور جاہ کی حرص ہے۔ ظاہر بات ہے ان دو چیزوں سے آج کل دنیا کی رونق قائم ہے، اس حوالے سے مسلمانوں کے سردار اور ذمہ دار لوگوں کو سختی سے خبردار کیا اور فرمایا کہ ان رسول هدایاالعمال غلول[13] ترجمہ: اللہ تعالی کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ اصحاب اقتدار کا تحفہ بھی رشوت میں داخل ہے۔

ترجیحات کا تعین: (Determination of priorities)

زندگی گزارنے کے لیے کسی نہ کسی ذریعہ معاش کو اختیار کیا جاتا ہے مگر کیسے کمایا جائے اور کہاں پہ خرچ کیا جائے؟ تو اخراجات اور آمدن کے درمیان توازن کا نام اور بہترین طرز زندگی (سٹائل آف لائف) کو اختیار کرنے کا نام معیشت ہے جدید ماہرین معاشیات یا اقتصادیات اس بات پر متفق ہیں کہ انسان جب معاش کی فکر کرتا ہے، economy کو بہتر بنانے کے لئے جب تک ترجیحات کا تعین نہ ہو جائے اس وقت تک معیشت گھر کی ہو یا خاندان کی ہو یا ایک ادارے کی ہو یا ایک ملک کی ہو اس کو بہتر نہیں کیا جا سکتا۔ تو کچھ لوگ یہ جو اصول ہے Determination of priorities کوئی جدید دریافت سمجھتے ہیں اور آج سے کچھ سال پہلے جو جدید یا ماڈرن اکانومسٹ ہیں انہوں نے اس کو دریافت کیا ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ اصول تاریخ میں نہ تو آج کی دریافت ہے اور نہ ہی جدید یا ماڈرن اکانومسٹ نے اسے پہلی دفعہ متعارف کروایا ہے جب ہم سیرت طیبہ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم یہ جان کر حیران ہوتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے دنیا کی پہلی فلاحی ریاست قائم کی دنیا جسے ریاست مدینہ کے نام سے جانتی ہے تو آپ نے جب اس کی معیشت کو بہتر بنانے کے لیے اقدامات کیے تو ان اقدامات میں آپ نے اس اصول کو متعارف کروایا ابوداؤد شریف، سنن ابن ماجہ اور ترمذی شریف میں یہ حدیث ہے کہ

ان رجلا من الانصار اتى النبي صلى الله عليه وسلم يساله، فقال:" اما في بيتك شيء؟" قال: بلى، حلس نلبس بعضه ونبسط بعضه وقعب نشرب فيه من الماء، قال:" ائتني بهما"، ----------- فقال هذا خير لك من ان تجيء المسالة نكتة في وجهك يوم القيامة،[14]."

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں ایک انصاری صحابی آئے اور سوال کرنے لگے کہ یا رسول اللہ ہمارے پاس کچھ نہیں ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ آپ کے پاس بالکل کچھ نہیں؟ انہوں نے کہا نہیں یا رسول اللہ ہمارے گھر میں ایک کمبل ہے جسے ہم بستر کے طور پر استعمال کرتے ہیں اور ایک پیالہ ہے جسے ہم کھانے یا پینے کے لیے استعمال کرتے ہیں اس کے علاوہ ہمارے گھر میں کچھ نہیں ہے تو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ جاؤ اور یہ دونوں چیزیں لے کے میری بارگاہ میں آجائیں وہ صحابی گھر گئے کمبل اور پیالہ لے آئے، آپ نے اس صحابی کی ان دونوں چیزوں کو بولی لگا کر بیچ دیا اور بدلے میں دو درہم ملے تو آپ نے اس انصاری صحابی کو وہ دو درہم دیے اور فرمایا کہ ایک درہم سے اپنے گھر والوں کے لیے کوئی کھانے پینے کا سامان خرید لو اور ایک درہم کی بازار سے کلہاڑی خرید کے لاؤ تو وہ صحابی گئے انہوں نے ایک درہم سے گھر والوں کے لیے کھانے پینے کا کوئی سامان خریدا اور ایک درہم سے کلہاڑی خریدی اور نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں آگئے آپ نے اپنے دست مبارک سے اس کلہاڑی میں دستہ ٹھونکا اور اس صحابی کو کہا کہ آپ جائیں جنگل میں وہاں سے لکڑیاں کاٹ کر مدینہ کے بازار میں بیچ دینی ہیں اور 15 دن آپ نے مجھے منہ نہیں دکھانا یعنی یہی کام کرنا ہے اب حدیث شریف میں آتا ہے کہ 15 دن کے بعد وہ صحابی خوشی خوشی نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں آئے اور عرض کرنے لگے یا رسول اللہ اب مجھے کسی چیز کی حاجت نہیں ہے۔ دیکھیں کہ ترجیحات طے کر رہے ہیں نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے سامنے اس کی پوری زندگی پڑی ہے اس کے بال بچے بھی ہونے ہیں اور ان کا بھی اس نے خرچ وغیرہ پورا کرنے اور گھر بھی چلانا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو یہ سبق دیا کہ ترجیحات کیا ہیں، زندگی کو معاشی اعتبار سے مضبوط کرنا تمہاری ترجیح یہ ہے یا پھر یہ، حالانکہ یہ بھی فرما سکتے تھے کہ یہ پیالہ اور کمبل اپنے گھر میں رکھو اور بس اسی پہ گزارا کرو تو آپ نے کہا کہ نہیں اگر معیشت کو بہتر بنانا ہے تو ترجیحات کا تعین کرنا پڑے گا۔ کیوں؟ اگر نہ بیچتے وہ دونوں ضرورت کی چیزیں تھیں لیکن اگر نہ بیچتے تو پیالہ، پیالے کا پیالہ ہی رہتا ہو سکتا تھا کہ وہ ٹوٹ بھی جاتا ہے اسی طرح کمبل بھی گھس کر پھٹ جاتا اور یہ دونوں چیزیں ضائع ہو جاتی لیکن اپ نے ترجیحات کا تعین کیا کہ ترجیح تمہاری یہ کمبل یا یہ پیالہ نہیں ہونا چاہیے بلکہ ترجیح تمہاری اپنی معیشت کی مضبوطی ہونی چاہیے معلوم ہوا کہ ترجیحات کے تعین(Determination of priorities) کا تصور سب سے پہلے آج سے 1400 سال قبل نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے دیا اور نہ صرف تصور دیا بلکہ ایک پریکٹیکل کر کے دنیا کو دکھایا کہ جب اس اصول پہ عمل کیا جاتا ہے تو انسان کی معیشت

اتنی مضبوط ہو جاتی ہے کہ وہ سوالی کے درجے سے اٹھ کر دوسروں کو نوازنے کے درجے پہ آ جاتا ہے، **لیکن ہمارے ہاں Determination of priorities کے اصول کا فقدان ہے، ہسپتال میں دوائیاں نہیں اور ہم فلائی اوور بنا رہے ہیں، ملک میں بجلی، گیس کا بحران ہے اور ہم شوبز انڈسٹری کو پرموٹ کر رہے ہیں، زراعت میں خود کفیل ملک میں آٹے کیلئے لائنیں لگی ہیں اور ہم ایک چوک میں پاکستانی** جھنڈے کے لئے لاکھوں روپے لگا رہے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کی ترجیحات:

معاشی ترقی کے لیے نبی کریم ﷺ کی سب سے پہلی ترجیح امن کا قیام ہے، مدینے کی اسلامی ریاست کو نبی کریم ﷺ نے بیرونی حملوں سے محفوظ کیا اور جو قبائل آپس میں جھگڑتے رہتے تھے ان کے ساتھ معاہدے کر کے اتحاد کیا، **دوسری ترجیح:** غربت کا خاتمہ ہے نبی ﷺ نے مدینے میں مواخات کا نظام بنایا، بے سروسامان مہاجرین کو محنت و مزدوری کرنے اور انصار کو ان کی مدد کرنے پر ابھارا اور آپس میں بھائی چارا قائم کیا، **تیسری ترجیح:** بنیادی حقوق کا تحفظ ہے ہجرت مدینہ کے بعد مہاجرین بے سروسامان تھے، نبی ﷺ کی پالیسی تھی کہ کوئی بے گھر نہ ہو کوئی بے سروسامان نہ ہو اور کوئی بغیر ذریعہ معاش(sourse of income) کے نہ رہے نبی ﷺ نے مواخات کے ذریعے نظام بنایا, انصار نے مہاجرین کو اپنے گھر میں پناہ دی, اپنے سامان اور کاروبار میں شریک کیا، تاریخ میں ایسی مثال قائم کی جس کی کوئی دوسری نظیر نہیں ملتی، **چوتھی ترجیح:** سود سے پاک معیشت کا قیام ہے اور یہ معیشت دوٹوک حکم کے ذریعے نافذ کی گئی سود سے سختی سے روک دیا گیا، **پانچویں ترجیح:** ازادی اظہار رائے اور فکر کی آزادی، ایسی ریاست جہاں مساوات ہو اور سب کے حقوق برابر ہوں۔[15]

حکومت کے چار بنیادی کام:

سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں حکومت کے چار بنیادی کام ہیں، پہلا کام، عدلیہ کا قیام، انصاف کی فراہمی یہ ہے کہ انصاف کو آسان بنایا جائے اور انصاف سب کے لیے برابر ہو اس میں امیر اور غریب، صاحب اقتدار اور عوام کی کوئی تفریق نہ ہو، مثال کے طور پر پیارے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر میری بیٹی۔۔۔ بھی چوری کرے گی اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا[16]۔ دوسرا کام امن و امان برقرار رکھنے والے اداروں کا قیام ہے، تیسرا کام، مالیاتی نظام کی مضبوطی ہے یعنی زکوۃ صدقات اور خراج کی وصولی کا نظام اور اس کے ذریعے سے بیت المال کو مستحکم کرنا، چوتھا کام، درست اطلاعات کی فراہمی کا نظام۔

عوامی فلاح کے اقدامات:

اقتصادیات کے ماہرین کے مطابق پاکستان کی معیشت تب تک بہتر نہیں ہو سکتی جب تک غربت ختم نہ ہو اور غربت تب ختم ہو گی جب روزگار کے نئے مواقع پیدا ہوں گے، عوام کو زیادہ سے زیادہ مالی وسائل میسر ہوں گے اور افراد زر کی شرح پر کنٹرول رہے گا۔ اگر یہ تین عوامل کنٹرول میں نہ رہے تو سماجی اور معاشی افراتفری بھی بڑھے گی اور غربت بھی بڑھے گی، غربت کا تعلق آمدن سے ہے اور غربت کے خاتمے کے لیے آمدنی اخراجات سے زیادہ ہونی چاہیے، اب اس کے لیے لازم امر یہ ہے کہ حکومتی پالیسیاں طویل المدتی درست اور تسلسل کے ساتھ ہوں تب مؤثر ہوں گی۔ ہمارا کسان جو فصل اگاتا ہے وہ خود اسے زیادہ نہیں کھا سکتا کیونکہ اسے بیچ کر اس کی آمدنی سے اس غریب کا گھر چلتا ہے اور غریب کی انکم کا بیشتر حصہ اس کی ادویات اور خوراک پر ہی صرف ہو جاتا ہے بعض اوقات علاج معالجے کے لیے بھی کچھ نہیں بچتا، اسی لیے عام شہری یا تو بیماری سے مر جاتے ہیں یا پھر بھوک سے، اس لئے معاشی پالیسیوں کا تسلسل ضروری ہے اور ان پر عمل درآمد کرانے کے لیے تجربہ کار قسم ایکسپرٹ یعنی ماہرین کی بھی ضرورت ہوتی ہے،

طویل المدتی منصوبہ بندی اور بین الاقوامی سطح پر عام لوگوں کے، تاجروں کے، انویسٹر کے اعتماد کو حاصل کرنا اور کاروباری عوامی اور نجی شعبے کو ترقی دینا، کاروباری طبقے کو سہولیات فراہم کرنا اور عام آدمی کے لیے کھانے پینے کی اشیاء صحت کو سستا کرنا تاکہ متوسط طبقہ کی قوت خرید بڑھ سکے اور خط غربت کی لکیر سے نیچے زندگی بسر کرنے والے چار سے پانچ ملین پاکستانی شہری زندگی جی سکیں، ان کے لیے زندگی تو مہنگی ہے ہی، لیکن کم از کم موت تو مہنگی نہ ہو۔ حکومت کے اقدامات آبادی کے لحاظ سے نہیں ہوتے، نتیجتا ایک ایٹمی طاقت رکھنے والا ملک اقتصادی ترقی کی شرح میں بہت پیچھے ہے۔

سادگی اختیار کرنا اور کفالت عامہ:

نبی کریم ﷺ نے اپنے ماننے والوں کو سادگی کا حکم دیا ہے، اگر ہم زندگی میں سادگی اختیار کریں تو بہت سے ہمارے وہ اخراجات ختم ہو جاتے ہیں جن کی وجہ سے لوگ پریشان ہیں اور حکومت بھی پریشان ہے۔ اسی طرح ہمیں اپنے معاشی نظام میں یہ بات بھی مد نظر رکھنی چاہیے کہ دولت کی تقسیم منصفانہ ہونی چاہیے اور سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں اگر ہم دیکھیں تو یہ بات بڑی واضح نظر آتی ہے اگر کسی کے پاس کوئی مزدور کام کرتے ہیں تو معاوضہ پورا پورا دیا جانا چاہیے، ان کی مزدوری انصاف کے تقاضوں کے مطابق ادا کریں، اسی طرح بہت سارے دیگر مسائل ہیں جن کو حل کرنے کے لیے ہمیں سیرت النبی ﷺ ہی کے تناظر میں دیکھنا ہو گا، خاص طور پر وہ لوگ جو اس وقت مشکل حالات میں ہیں وہ

لوگ جن کو اللہ رب العزت نے مال اور دولت سے نوازا ہے یہ ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے ان ماتحت لوگوں کی ان تمام بنیادی ضرورتوں کو پورا کریں اور خاص طور پر ان کی خوراک، ان کے بچوں کی تعلیم اور صحت کے مسائل پر اپنی دولت خرچ کریں تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ پاکستان کی معاشی حالت بہتر نہ ہو سکے۔ نبی کریم ﷺ کی تعلیمات میں یہ بات بھی شامل ہے کہ ہم اپنے پڑوس کا خیال رکھیں اور یہ پڑوسی وہی ہوتے ہیں جو ضرورت مند ہوتے ہیں اور جو اپنے کاروبار کے نقصان کے سبب اپنے گھر کا خرچہ بھی نہیں اٹھاپاتے اور مخیر حضرات کی توجہ کے مستحق ہوتے ہیں۔

جدت اور فضول خرچی:

مختلف نعمتیں اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے پیدا فرمائی ہیں، دریاؤں کا پانی، آسمان سے بارش، پھلوں اور غلوں کا اگنا، حلال جانور یہ سب نعمتیں ہیں ان میں سے بعض انسان اپنے اکتساب سے حاصل کرتا ہے، تجارت، محنت، مزدوری کرکے رزق حاصل کرتا ہے اور بعض نعمتیں اللہ پاک کی دی ہوئی فہم اور دانش سے انسان کی سہولت کے لئے نئے وسائل تلاش کرتا ہے، پہلے انسان پتوں سے جسم ڈھانپتا تھا اب اعلیٰ قسم کے ملبوسات، پہلے لکڑی سے آگ حاصل کرتا تھا اب سوئی گیس کا زمانہ، پہلے سفر اونٹ، خچر، گھوڑوں پر ہوتا تھا اب ریل، جہاز، راکٹ کا دور آگیا، پہلے لوگ بیماریوں سے مر جاتے اب جدید علاج، ہر قسم کی سرجری کی سہولت میسر ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا نعمتوں سے لطف اندوز ہو مگر دوسروں کا حق نہ کھاؤ،[17] تاکہ تمام لوگ خوش حال زندگی گزار سکیں۔

یونیسکو کی ایک رپورٹ کے مطابق دنیا کی دو تہائی آبادی مفلسی کی زندگی گزار رہی ہے، بظاہر خوش حال نظر آنیوالے ممالک میں بھی صرف چند لوگ دولت مند ہوتے ہیں باقی غریب ہوتے ہیں، امریکہ جیسے دولت سمجھے جانے والے 16 کروڑ کی آبادی والے ملک میں صرف 78 لوگ کروڑ پتی ہیں، یہی تمام ملک کے وسائل پر قابض ہیں، برطانیہ کی بھی تقریباً نصف آبادی غریب ہے۔[18] شریعت میں ہر صاحب مال کے حق میں غریبوں کا حق رکھا گیا ہے، فرمایا

وفی اموالھم حق للسائل والمحروم[19]

اور ان کے مال میں سائل اور محروم کا حق ہے۔ ویسے تو شریعت ایثار کی تعلیم دیتی ہے۔ فرمایا

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ[20] یعنی وہ جو اپنی ضروریات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں۔

اسراف وفضول خرچی کی ممانعت:

پاکستانی دولت مندوں کی اکثریت فضول خرچی کو اپنے لیے باعث فخر سمجھتی ہے اپنے تنگدست رشتہ داروں اور قرابت داروں پر خرچ کرنے کی بجائے تفاخر وریاکاری کے لیے اور خوشی اور غمی کی غیر ضروری رسومات کو پورا کرنے پر لاکھوں خرچ کر دیتی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ

یعنی فضول خرچی سے بچو بے شک فضول خرچ کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں، ضرورت سے زیادہ خرچ کرنے کو فضول خرچی کہتے ہیں، درحقیقت اسلام نے دو کھانوں کو ملا کر کھانے سے منع کیا (اگرچہ علماء نے اسے کراہت پر محمول کیا ہے[21]) مگر ہمارا سالن جو کئی کھانوں کا مرکب ہوتا ہے

زکوۃ اور نفلی صدقات کا درست استعمال:

زکوۃ اور نفلی صدقات کی ترغیب اللہ تعالیٰ نے دی ہے، ضرورت سے زائد اشیاء جو سال بھر تک استعمال میں نہ آئیں، ان پر اسلام نے کچھ واجبات مقرر فرما دیے ہیں، زرعی پیداوار پر 10 فیصد اور جدید آب پاشی پر 5 فی صد اور سونا چاندی پر اڑھائی فیصد زکوۃ رکھی ہے تاکہ غرباء کی ضروریات بھی پوری ہوں اور مال صرف امیروں کے پاس ہی گردش نہ کرتا رہے[22]

اعتدال و میانہ روی:

نبی کریم ﷺ نے معاشی استحکام کے حوالے سے حدیث مبارکہ میں ارشاد فرمایا مامن عال من اقتصد جو خرچ میں میانہ روی اختیار کرے گا وہ کبھی بھی فقیر نہیں ہو گا۔[23] ایک اور حدیث مبارکہ میں فرمایا کہ خرچ میں میانہ روی اختیار کرنا یہ آدھی معیشت ہے۔[24] لہذا اگر ہم اپنے فضول خرچی اور اسراف کو بند کر دیں اپنے اخراجات کو کنٹرول کرلیں اور قناعت کو اختیار کریں تو ہم اپنے معاشی مسائل پر قابو پا سکتے ہیں جناب نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان سب کے لیے ہے حکومت کے لیے بھی ہے، عوام کے لیے بھی ہے، تاجروں کے لیے بھی ہے، غیر تاجروں کے لیے بھی ہے، لہذا سب اگر اخراجات میں قناعت کو اختیار کریں گے تو انشاءاللہ اس سے معاشی مشکلات حل ہو جائیں گی۔ ہمیں چاہیے کہ ہم کرپشن سے، رشوت سے اور کساد بازاری سے، ذخیرہ اندوزی، جھوٹ سے ہم اپنے آپ کو محفوظ کریں اور فضول خرچی سے بھی اپنے آپ کو محفوظ کرلیں، اس سے انشاءاللہ وطن عزیز پاکستان معاشی اعتبار سے بھی مضبوط اور مستحکم ہو گا اور اس کی معیشت مثالی ہو گی۔

سود، حرام اور مشتبہ چیزوں سے اجتناب:

راتوں رات امیر ہونے کے شارٹ کٹ راستے اپنانے کے لئے کئی لوگ سودی کاروبار کرتے ہیں اور کئی غیر اخلاقی کاموں کا سہارا لیتے ہیں اور بسا اوقات سارے سرمائے سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں اور سود تو اللہ تعالیٰ سے اعلان جنگ ہے اور حدیث میں جان بوجھ کر سود کا ایک درھم کھانے کو اپنی ماں سے 36 بار برائی سے زیادہ برا بتایا گیا ہے[25]۔

مسلمانوں کے باہمی جھگڑے:

مسلمانوں کے باہمی جھگڑوں کے نتیجے میں تھانہ کچہری کے اخراجات اور ہسپتالوں کی ادویات میں مسلمانوں کا

کثیر سرمایہ خرچ ہو جاتا ہے، اسی لئے نبی کریم ﷺ نے لڑائی جھگڑے کا سبب بننے والی ہر بات سے منع فرمایا، ایک حدیث میں فرمایا گیا کہ تم میں سے کوئی اپنے بھائی کی خریداری پر خریداری نہ کرے یہاں تک کہ وہ اپنے سودے کو چھوڑ جائے۔[26]، یہ فرمان اسی لئے ہے تاکہ آپس میں اختلافات پیدا نہ ہوں اور لڑائی جھگڑے کی نوبت نہ آئے، شریعت مطہرہ میں ہر اس کام سے بچنے کا حکم دیا گیا جو کسی مسلمان کی دلآزاری کا سبب بنتا ہو۔

پورے سسٹم کی اصلاح کی ضرورت:

نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ہمارا پورا نظام اوور ہالنگ کا تقاضا کر رہا ہے جس کے لیے کسی انقلابی سوچ کی ضرورت ہوتی ہے، ہمارے سسٹم کا ٹیومر اب اینٹی بیٹک دواؤں کے ساتھ یا حکیموں کے نسخے کے بل بوتے پر علاج کے قابل نہیں رہا بلکہ اس کے لیے ایک مکمل آپریشن نہایت ضروری ہے۔ سسٹم کو چلانے والوں میں اور سسٹم بنانے والوں میں یکسوئی اور ایک نہج کی فکر کا ہونا لازم ہے کئی ادارے پاکستان میں ایسے ہیں جو ریاست پر بوجھ ہیں، عوام کا پیسہ جو ٹیکس کی صورت میں حکومت کو حاصل ہوتا ہے وہ سہولتیں فراہم کرنے کی بجائے اربوں روپے ان اداروں کے خساروں اور حکمرانوں کی، بیوروکریٹس کی عیاشیوں میں خرچ ہو جاتا ہے یا گردشی قرضوں میں چلا جاتا ہے۔ پوری جدید دنیا میں یہ اصول مسلم ہے کہ حکومتوں کا کام کاروبار کرنا نہیں ہے، بلکہ کاروبار کو باضابطہ بنانا ہے۔ مگر ہاں معاملہ برعکس ہے۔ ہمارے ارباب اقتدار کو، دیانتدار بیوروکریٹس، معاشی بصیرت کی حامل سیاسی قیادت کو، ماہرین معیشت کو، صنعت کاروں کو اور تاجروں کو اور علماء سکالرز مفکرین ملت کو مل بیٹھ کر سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں ان مسائل کے حل کے لیے اپنا اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔ بیرونی اور داخلی سرمایہ کاروں کو قانون اور آئین کے دائرے میں رہتے ہوئے تحفظ دیا جائے، اسی میثاق معیشت کو لاگو کیا جائے اور حکومت واپوزیشن، ارباب اقتدار اور حزب اختلاف تمام سیاسی اختلافات کو پس پشت رکھتے ہوئے ملکی بقا کے لیے، میثاق معیشت میں ایک دوسرے کا ساتھ دینا ہوگا گویا ان کو یہ پیغام دینا ہوگا کہ ملک کا چمن سلامت رہے گا تو سب پرندے اپنا اپنا آشیانہ بنالیں گے، گھر بنانے کے لیے جگہ پالیں گے، لیکن اگر چمن ہی اجڑ گیا تو کسی کے لیے کچھ نہیں بچے گا۔

NGOs کا قیام:

غربت کے خاتمے کے لیے پاکستان میں کام کرنے والی کرنے والے اداروں میں ایک غیر سرکاری تنظیم جس کا نام اخوت ہے وہ معروف ہے یہ ادارہ غریب لوگوں کو اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے میں مدد دینے کے لیے بلاسود قرضے جاری کرتا ہے 2001 میں معرض وجود میں انے والا یہ ادارہ اس وقت مختلف ملک طول و عرض میں 30 شہروں میں معیشت کی بحالی کی کوششیں کر رہا ہے جس کے 400 ملازمین اپنے 54 دفاتر میں غریبوں کی خدمت پر مامور ہیں 10

کچھ سال پہلے صرف 10 ہزار روپے کی معمولی رقم سے شروع کیا جانے والا یا ادارہ اب تک کروڑوں روپے بلکہ 53 ارب روپے کے قرضے 23 لاکھ گھرانوں کو جاری کر چکا ہے یعنی یہ پاکستان کا سب سے بڑا مائیکرو فناس یعنی قرض حسنہ کا سب سے بڑا پروگرام ہے ڈاکٹر محمد امجد ثاقب جو اس کے ایگزیکٹو ڈائریکٹر ہیں، ان کی نگرانی میں ایک مثبت سوچ کی ترویج کرنے میں کام کر رہے ہیں اور ایسا معاشرے کی بنیاد رکھنے میں کوشاں ہیں جس میں ہر شخص کو عزت و احترام کے ساتھ ااپنی مجبوریاں کے خاتمے کے لیے کسی کے آگے ہاتھ پھیلانے کی بجائے قرض حسنہ لے کر اپنا کوئی روزگار شروع کر کے اپنی معاشی حالت کو بدلتا ہے۔

اخوت کا تصور قدیم اسلامی روایات مواخات مدینہ سے لیا گیا یہ ادارہ بھائی چارے مواخات اور قربانی جیسے نظریات اور اصولوں پر قائم ہے اور اس مقصد کی تکمیل کے لیے جو حکمت عملی اپنائی ہے اس میں تنظیم سازی تربیت تعلیم اور صحت کی فراہمی جیسی سہولتوں کے منصوبے شامل ہیں اس قسم کے تنظیمات قائم کر کے ان کی معیشت کو بہتر کیا جا سکتا ہے۔ الغرض مدد ایسے پیرائے میں کی جائے کہ ان کو چھوٹے چھوٹے کاروبار کرائے جائیں تاکہ یہ اپنے قدموں پر کھڑے ہو سکیں' شہر کے مزدوروں 'ترکھانوں 'لوہاروں اور مستریوں کو دس' دس، پندرہ پندرہ، دنوں کی جدید ٹریننگ دلائی جائے اور یہ فیصلہ کیا جائے شہر یا قصبے کی تمام تعمیرات انھیں لوگوں سے کرائی جائے گی۔ تاہم شہر بھر کے لیے ان کے ریٹس ضرور طے کر دیے جائیں' شہر اور قصبے کے اندر بگھی یا جدید طرز کے تانگے چلائے جائیں' اس سے ماحولیاتی آلودگی بھی کنٹرول ہو گی، لندن میں آج بھی بگھیاں وغیرہ استعمال کر کے ایندھن کی بچت کی جاتی ہے۔ ہم بھی ان ممالک کو رول ماڈل بنا کر اور صفائی ستھرائی کو مد نظر رکھ کر ایسے اقدام اُٹھا کر یقینی غربت کا خاتمہ کر سکتے ہیں۔

پاکستان چیریٹی کرنے والے دنیا کے پانچ بڑے ممالک میں شمار ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود ملک میں مسکینوں اور غریبوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے، یہاں مخیر حضرات کی جانب سے "دستر خوان" کھولے جا رہے ہیں جہاں لمبی لمبی قطاریں اس بات کی غمازی ہیں کہ یہاں ہر شخص فقیر بننا چاہتا ہے۔ جبکہ ہمارے ووکیشنل ادارے (جہاں تربیت دی جانی ہوتی ہے اور ایک عام شخص کو معاشرے کا اچھا رکن بنانے کے لیے فعال بنایا جاتا ہے وہ ادارے) محض فیشن بن کر رہ گئے ہیں۔

معاشی ترقی کی راہ میں چند روکاوٹیں

پاکستان میں معاشی ترقی کی راہ میں چند روکاوٹیں حائل ہیں مثلاً ۔ مناسب زرعی ترقی کے بغیر صنعتی ترقی کی خواہش۔ چھوٹی صنعتوں کو نظر انداز کر کے بڑی صنعتوں کی ترقی کو ترجیح دینا۔ شہری اور صنعتی ترقی میں عدم مطابقت۔ زرعی و صنعتی پیداوار کی نسبت طلب کا زیادہ ہونا۔ روزگار کے مواقع کی نسبت آبادی میں اضافہ۔ حکومت ان عوامل

پر توجہ دے کر غربت کا خاتمہ ممکن بنا سکتی ہے اور سب سے بڑھ کر جاگیر دارانہ سماجی نظام، ناخواندگی اور زراعت پر حد سے زیادہ انحصار بھی غربت کی بنیادی وجہ خیال کی جاتی ہے۔ جاگیر داری نظام کی اصلاح اور ناخواندگی کے خاتمہ کے لئے اقدامات کئے جانے چاہئیں لیکن زراعت پر انحصار کو ختم نہیں کیا جاسکتا کیونکہ یہ ہماری معیشت کی ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے۔ زراعت ہماری افرادی قوت کے پچاس فیصد حصے کو روزگار فراہم کرتی ہے اور براہ راست برآمدات اور زرعی مصنوعات کے ذریعے زرمبادلہ کمانے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ غربت کے خلاف جنگ میں غیر زرعی شعبوں میں روزگار کے مواقع فراہم کرنا اولین ترجیح ہونی چاہئے۔ زرعی شعبے میں نئی ٹیکنالوجی اور مہارتوں کو متعارف کروایا جائے تاکہ پیداواری صلاحیتوں میں اضافہ ہو اور پانی ذخیرہ کرنے کے لئے زیادہ ڈیم تعمیر کئے جائیں تاکہ خشک سالی اور معاشی بدحالی سے بچا جاسکے۔ یاد رہے کہ خیرات غربت کا حل نہیں ہے، سوائے اس کے کہ غربت کے انتہائی معاملات کو فوری سہارا فراہم کیا جائے۔ حالیہ برسوں میں ہونے والا غربت میں اضافہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ ضیاء حکومت کے دوران زکوۃ کی کٹوتی (جو کہ لازمی قرار دی گئی تھی) وہ بھی غربت کا خاتمہ کرنے میں ناکام رہی۔ عام آدمی ہر دور میں غریب سے غریب تر ہوتا چلا گیا، اس وقت بھی پاکستان کی 60 فیصد آبادی غریب ہے، ان میں سے نصف انتہائی غربت کا شکار ہے، یہ لوگ کھانے پینے، دواء دارو اور کپڑوں جوتوں تک سے محروم ہیں، یہ لوگ صرف غریب نہیں ہیں یہ مسکین بھی ہیں، غربت اور مسکینی میں فرق ہوتا ہے، مسکین گزارہ نہیں کر سکتا جب کہ غریب رودھو کر گزارہ کر لیتے ہیں، ہم بحیثیت معاشرہ ان مسکینوں کے ذمے دار ہیں۔ اگرچہ ہم میں سے ہر صاحب استطاعت شخص کسی نہ کسی حد تک ان مسکینوں اور غریبوں کی مدد بھی کرتا ہے۔

کردار سازی اور رجوع الی اللہ:

جب ایک مسلمان کا ذاتی کردار مثالی تھا تو بہت ساری اللہ کی رحمتیں شامل حال تھیں، وہ رحیم ایسا نہیں ہے کہ رحمتیں روک لے۔ لیکن ہمیں اس سے رجوع کرنے کی ضرورت ہے، ابو داؤد شریف کی حدیث ہے ایک صحابی رضی اللہ تعالی عنہ کو جب پتہ چلا کہ صبح کے وقت میں برکت رکھی گئی ہے[27] تو صبح سے ذکر اور استغفار شروع کر دیا اللہ تعالٰی نے تنگدستی دور کر دی اور وہ خوشحال ہو گیا۔ دوسری بات یہ کہ اپنے ملک کی معیشت کی بہتری کے لیے ایسا بورڈ تشکیل دیا جائے جس میں ماہرین معیشت ہوں دیگر اہل حل وعقد ہوں دیگر مفکرین پر دانشور ہوں اور علماء ہوں اور سب جمع ہو کر اسوہ حسنہ سے حاصل ہونے والے اسباق کو سامنے لے کر آئیں اور پھر ان کا نفاذ عملی طور پر سامنے آئے جس سے ریاست کو استحکام نصیب ہو گا۔

اللہ رب العزت غیب سے ہماری مدد فرمائے اور ہماری ریاست کو استحکام نصیب فرمائے، آمین

سفارشات:

1۔ حکومت کو بنیادی حقوق انسانی کا تحفظ کرتے ہوئے معاشی ضروریات (بالخصوص روٹی، کپڑا اور مکان) کی ارزاں نرخوں پر دستیابی کو یقینی بنانا چاہیے۔ بنیادی اشیائے ضروریہ پر ٹیکسز ختم کر دیے جائیں تا کہ مہنگائی کنٹرول کی جا سکے، غریب لوگوں کے لئے لنگر خانے قائم کیے جائیں تا کہ کوئی شخص بھوک کی وجہ سے خود کشی نہ کرے۔

2۔ حکومتی کابینہ اور حجم کا حجم کم ہونا چاہیے، اداروں کی استعداد کار کو بڑھاتے ہوئے ایک ہی مقصد رکھنے والے ادارے باہم ضم کر دیے جائیں، اداروں کی باہمی کشمکش ختم ہونی چاہیے، وزارتوں اور ڈویژنوں کی تعداد محدود ہونی چاہیے، (پارلیمنٹ کے معاونین خصوصی کے نام کے تمام عہدے ختم کر دیے جائیں)۔ حکمران ذاتی اخراجات میں کفایت شعاری اور خوشحال عوام کو بھی اس کی ترغیب دیں۔

3۔ عوام الناس کو اسلامی تجارت کے اخلاقیات و قوانین سے روشناس کرواتے ہوئے سود کو عوامی اور حکومتی حلقوں سے مکمل ختم کیا جائے اور زکوٰۃ کے نظام کو مؤثر اور بہتر بنایا جائے، امیر لوگوں پر جبری ٹیکس لازم قرار دیا جائے تا کہ فقراء اور حاجت مندوں کی ضروریات پوری کی جا سکیں۔

4۔ قدرتی آفات کے مواقع پر متاثرین کی سرکاری خزانے سے امداد کیجائے، ان علاقوں میں نقصان کو پورا کرنے کے لیے مختلف تدابیر اختیار کی جائیں جس سے نقصان کی تلافی ہو سکے مثلاً پانی کا آبیانہ معاف، بجلی کے بل کی اقساط کر دی جائیں، امداد باہمی کی سکیموں کو نافذ کرتے ہوئے یا اسلام کفالت عامہ کے تصور کے ساتھ انشورنس سسٹم یا تکافل سسٹم کو ترویج دیا جائے۔

4۔ غربت و بے روز گاری کے خاتمے کے لئے حکومت کو ایسے ایسے وسائل پیدا کرنے چاہئیں جس سے لوگوں کو روز گار ملے، تجارت و زراعت اور باغبانی مویشی پالنے اور دستکاری وغیرہ کے چھوٹے چھوٹے منصوبے بنا کر حکومتی سرپرستی میں چلائے جائیں۔

5۔ زرعی اور صنعتی ترقی کی منصوبہ بندی سائنسی بنیادوں پر کی جائے، ارض اموات کو نئی ٹیکنالوجی متعارف کرواتے ہوئے زیر کاشت لایا جائے جو بے روز گاری اور غربت کے خاتمہ کے لئے ممد ثابت ہوگی اور غذائی ضروریات بھی پوری ہونگی۔

6۔ اجتماعی معاشی منصوبہ بندی کے ذریعے مجموعی طلب باعتبار زر (Aggregate demand as money) اور مجموعی رسد (Aggregate supply) کے درمیان توازن برقرار رکھا جائے اور افراط زر یا کساد بازاری کی نوبت نہ آنے دی جائے۔

7۔ مستشرقین نبی کریم ﷺ کا تعلق ایک کمزور معاشی طبقے سے ثابت کرتے ہیں ان کے سد باب کے لیے اور ان کے خیالات کی تردید کے لیے معاشی اور اقتصادی افکار کی درست سمت میں تحقیق عوام کے سامنے پبلش کروا کر پیش کی جائے، تعلیمی اداروں میں کانفرنسز، سیمینارز منعقد کر کے اس پہلو کو اجاگر کیا جائے۔

8۔ خوشی، غمی کی تقاریب پر فضول خرچی سے بچنے کے لئے امیر و غریب کے لئے یکساں پالیسی قانون سازی کے ذریعے نافذ کی جائے اور اسراف وریاکاری کی بھینٹ چڑھنے والی رسومات دیگر معاشی رزائل کا خاتمہ کرتے ہوئے نبوی معیشت کے مطابق اعتدال اور صبر و شکر کے کلچر کو پروان چڑھایا جائے۔

9۔ چند دولت مند خاندانوں نے 20 کروڑ عوام کے معاشی وسائل پر قبضہ کیا ہوا ہے بلکہ پنجے گاڑے ہوئے ہیں لہٰذا سیاسی اور مذہبی دہشت گردی کے ساتھ معاشی دہشت گردی کا بھی سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں خاتمہ کیا جانا چاہیے، سماجی اور معاشی ناانصافیوں کا خاتمہ کرتے ہوئے غریب کو ختم کرنے کی بجائے غربت کا خاتمہ کیا جائے۔

10۔ ارباب اقتدار، دیانتدار بیوروکریٹس، معاشی بصیرت کی حامل سیاسی قیادت، ماہرین معیشت، صنعت کاروں، تاجروں اور علماء سکالرز، مفکرین پر مشتمل معاشی بورڈ تشکیل دیا جائے جس میں سب کو مل بیٹھ کر سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں معاشی مسائل کے حل کے لیے اپنا کردار ادا کرتے ہوئے اجتماعی لائحہ عمل ترتیب دینا چاہیے۔

حوالہ جات:

[1] قرآن، سورۃ النباء، 10

[2] طاہر القادری، پروفیسر ڈاکٹر، اقتصادیات اسلام (بنیادی تصوارت)، ناشر: منہاج القرآن پبلیکیشنز لاہور، نومبر 2007ء، ص:54

[3] طاہر القادری، پروفیسر ڈاکٹر، اقتصادیات اسلام، ص:57

دہلوی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، حجۃ اللہ البالغہ (مترجم: مولانا عبد الحق حقانی)، ناشر: فرید بک اسٹال لاہور، باب:8، ص:22

[4] غزالی، امام، محمد بن محمد، کیمیائے سعادت، ص:266، ناشر: شبیر برادرز، لاہور

[5] ابن خلدون، علامہ عبد الرحمٰن، (مترجم: مولانا عبد الحق) ناشر، المیزان ناشران و تاجران کتب، لاہور باب 6، فصل 2

[6] دہلوی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، حجۃ اللہ البالغہ (مترجم: مولانا عبد الحق حقانی)، ناشر: فرید بک اسٹال لاہور، باب:8، ص:22

[7] المفردات، ج258

[8] منیب الرحمان، مفتی، روزنامہ دنیا۔ 15 جولائی 2023

[9] رئیس گل، ڈاکٹر، الاعجاز، ریسرچ جنرل آف اسلامک سٹڈیز، جلد 5، شمارہ 4، اکتوبر تا دسمبر 2021

[10] قرآن، تکاثر، 2، 1

[11] ابو داؤد، ابو داؤد سلیمان بن اشعثالامسفنالیوالڈو، دار الحدیث، بیروت، لبنان، 1971م، الجزء الثالث، ص:672، حدیث 3376:

[12] البیلی، احمد بن الحسین علی بن موسی البیقی ابو بکر، السنن الکبری، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، جلد:4، ص:60

[13] الدارمی، عبد اللہ بن عبد الرحمن الامام، سنن الدارمی، نشر السنت ملتان پاکستان، جلد:2، ص:326، حدیث نمبر:2550

[14] سنن الترمذی / البیوع 10(1218)، سنن النسائی / البیوع 20(4512)، سنن ابن ماجہ / التجارات 25(2198)،

[15] امام احمد، مسند احمد، دار الفکر، بیروت، ج 1

[16] المیدانی، عبد الغنی العقیمی، الشیخ اللباب فی شرح الکتاب، قدیمی کتب خانہ کراچی، سن، 1437

[17] النساء:2

[18] منیب الرحمان، مفتی، روزنامہ دنیا۔ 13 جولائی 2023

[19] الذاریات:19

[20] الحشر:9

[21] فتح الباری:5449

[22] سورۃ حشر، 7

[23] بخاری، محمد بن اسماعیل کیابکاری، دار ابن کثیر دمشق، بیروت، جلد:2، ص:833،

[24] بیہقی، شعب الایمان، مکتبۃ الرشد،، ریاض، 8:503

[25] الدارى، عبد اللہ بن عبد الرحمن الامام، سنن الدارمی، نشر اللہ ملتان پاکستان، الجزء الثانی، ص:11

[26] البخاری، محمد بن اسماعیل، الامام بخاری، دار النشر، دمشق، بیروت، 1990م، ج:2، ص:753

[27] أبو داؤد:2606